رجسٹرڈ نمبر ل ۲۰۳۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حب وطن از ملک سلیماں خوشتر — خار وطن از سنبل و ریحاں خوشتر
یوسف کہ بمصر بادشاہی می کرد — می گفت گدا بودن کنعاں خوشتر

پانزدہ روزہ

کاکوری اخبار

جلد ۴ | شنبہ یکم جنوری ۱۹۳۸ء مطابق ۲۸ شوال ۱۳۵۶ھ | نمبر ۱۷

ادبیات

تتلی

(از مولوی فخر علی علوی صاحب درد کاکوروی)

اڑتی پھرتی ہے چمن میں کس لئے تو یہ بتا
یہ تری پرواز رقصاں یہ تری رنگین ادا
یہ تری پیاری ادائیں یہ ترے نقش و نگار
ہر طرف گلشن میں یوں کیوں جھومتی پھرتی ہو تو
پھول کی ہر پنکھڑی ہے تیری فردوس نظر
ماشاء اللہ کیا ترے خوش رنگ پر ہیں نازنیں
چھینٹے ہیں آب زر کے کہ ہیں یہ نقش زر
اڑتی پھرتی ہے چمن میں پھول کی پریاں
بھولو فطرت نے بنایا یوں ہے ناز کی نثار
گل ستاں میں اڑے گل پر جھومتی تو یوں ہی
کھیلتی ہے کہ ہر کہیں شوخیاں کرنے لگی
جب ہوا پر سے گزار میں فردوس کی منزل ہے یہ
ہے مگر ہر جائی ہونے میں بھی حکمت تری
ہاں نہ مجھکو دیکھ پائے کوئی بچہ بھاگ جا

سونگھتی پھرتی ہے کیوں ہر گل کی خوشبو یہ بتا
کس قدر ہے خوشنما یہ جامۂ زریں ترا
ننھی منی تو ہے رقاصہ چمن کی سربسر
پھر تو کہہ پھولوں کا منہ کیوں چومتی پھرتی ہے تو
اسلئے ہے اپنے اوصاف سے تو بے خبر
حسن ٹپکا پڑ رہا ہے رخ سے تیرے مہ جبیں
چھوٹے چھوٹے پاؤں ہیں پروں پر ...
پاری تتلی ہوائے گل میں ہو جلوہ کناں
پیاری تتلی تیری نسبت ہر کسی گل پر نہ بار
بوستاں نقش فطرت چومتی رہ تو یوں ہی
تجھ سے کیا پیاری صبا اٹھکھیلیاں کرنے لگی
ہاں مگر ہے تو ہر جائی بری مشکل ہے یہ
شوخ بچوں سے تو ڈرتی ہے نہ ذلت تری
بھاگ جاؤ پیاری تتلی اچھا اچھا بھاگ جا

شوخ بچے توڑ ڈالیں گے ترے پر کھیل میں
درد کی سن! اور جا اپنی ہوائی ریل میں

عجائب وغرائب

(۱) ۱۹۰۶ء میں ٹولن (Toulon) کے ایک باشندہ جین بپٹسٹ موری نامی کو آگ لگانے کے جرم میں ایکسو سال اور ایکدن کی سزا دیگئی تھی، اسوقت اسکی عمر ۱۸ سال کی تھی، لیکن ایک سو سال اور ایکدن گذرنے کے بعد جب اسکو رہائی دیگئی تو وہ جیتا جاگتا باہر آیا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اب وہ بوڑھا ہو چکا تھا۔ اس نے اپنی قید کی مدت پوری کاٹی اور پھر بھی اسکو ایک مرتبہ دنیا میں داخل ہونیکا موقع ملا۔ رہائی کے بعد بھی صرف ۷ سال زندہ رہا۔ (سوانح آف پروسنٹ مصنفہ جین مارٹیلس)

(۲) اوٹو ناڈنگ نامی ایک شراب کشید کرنیوالے کو ٹیکس کی عدم ادائی کے جرم میں سزا دیگئی کہ وہ ۲ کروڑ ۸۰۰ ہزار مارکس (جرمنی سکہ) ادا کرے ورنہ پندرہ مارکس فی دن کے حساب سے جیل بھگتے۔ اس نے جرمانہ ادا کرنے سے انکار کیا اور دسمبر ۱۹۲۳ء میں قید کر لیا گیا، وہ مایانز (Mainz) ملک جرمنی کے جیل خانہ میں سزا بھگت رہا ہے اور صرف ایک سو پچاس صدیاں اسے جیل میں گذارنا ہیں۔

(۳) پال ہیوبرٹ نامی باشندہ بورڈو (Bordeaux) ملک فرانس کو قتل کے جرم میں حبس دوام قید کی سزا دیگئی۔ اسکو گیانا (Guiana) میں جہاں اور فرانسیسی مجرم رکھے جاتے ہیں رکھا گیا۔ ۱۹۲۹ء میں جبکہ وہ ۲۱ سال قید بھگت چکا تھا افسران متعلقہ نے فرانسیسی عدالت العالیہ سے اسکے مقدمہ پر نظر ثانی کے لئے درخواست کی۔ مقدمہ پھر سے پیش ہوا اور ہیوبرٹ کو بری کیا گیا کیونکہ فرانسیسی عدالت العالیہ کو ...

(۴) تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ اپنے سوا کسی شے کا قائل نہیں ہے (۴) دنیا میں فی منٹ ... فی دن ستانوے ہزار نو سو بیس اور فی سال ...

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۴ — کاکوری اخبار — نمبر ۱۷

عمر میں ایک سال اور کم ہو گیا

سالِ نو مبارک

۱۹۳۷ء ختم ہو گیا اور ۱۹۳۸ء کا آج سے آغاز ہو رہا ہے۔ تمام دنیا کے اخبارات میں کہیں سالی نامے چھپیں گے۔ کہیں ترانے اور کہیں قصائد۔ لوگ سال نو کی مبارکباد بھی دے رہے ہیں گو یہ سال ان کیلئے نامبارک ہی کیوں نہو۔ اخبارات سال رواں کیلئے پیشین گوئیاں بھی کرینگے۔ اور گذشتہ سال پر ریویو بھی۔ کاکوری اخبار (دور جدید) کی عمر صرف ۲۰ ماہ کی ہے۔ اب اس کی عمر قلیل ہوگی یا اسے طویل العمری نصیب ہوگی۔ اسکے بارے میں ہمارے ناظرین کرام زیادہ اچھی طرح قیاس کرسکتے ہیں۔ کیونکہ دراصل اسکی فنا و بقا کا راز انہیں کی نظر عنایت پر منحصر ہے اگر وہ چاہیں

تو یہی شیرخوار بچہ اس پرآشوب زمانے میں پروان چڑھ کر حیات جاوید سے ہم آغوش ہو سکتا ہے اور اگر وہ نہ چاہیں تو وہ عدم توجہ کا شکار ہو کر ایک غنچۂ ناشگفتہ کے مانند پژمردہ ہو سکتا ہے۔ گو اس برس برس کے دن ان نامبارک الفاظ کو زبان سے نکالنا زیادہ مبارک نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن وہ شخص جسکی تمام تمنائیں اس نونہال کی بارآوری سے وابستہ ہوں اُسکے دل میں ایسے وقت ان احساسات اور تاثرات بھلا کیسے نہ پیدا ہونگے اور اسکے مستقبل کا خیال اس کے جذبات میں ایک غیر معمولی تموج کیونکر نہ پیدا کریگا۔

جریدہ نویسی کے عام دستور کے موافق سال نو کے آغاز میں ہم اپنے ناظرین کے سامنے دلکش و مہتم بالشان وعدے اور امیدیں نہیں پیش کرسکتے۔ کیونکہ اولاً یہ اُمیدیں بس اُمیدیں ہی ہوتی ہیں اور یہ لطیف اور خوش آہنگ وعدے بس وعدے ہی ہوتے ہیں۔ نہ ایڈیٹر کو اس کا خیال کہ ان وعدوں کے ایفا کیلئے اسے کچھ کاوشات سے کام لینا چاہیے اور نہ قارئین ہی اسکے لیے زیادہ مصر ہوتے ہیں بلکہ ان تکلفات کو صحافت نگاری کی دنیا میں محض رسمی سمجھا جاتا ہے۔ دوم یہ کہ ہم اپنے ناظرین سے وعدہ کر ہی کیا سکتے ہیں۔ ہماری دنیا نہایت محدود دنیا ہے اور ہماری جد و جہد، تگ و دو۔ اور عملی سرگرمیاں ایک محدود دائرہ کے اندر کام کر رہی ہیں۔ لہذا کبھی پند و نصائح کے سپرد کر دیا جاتا ہے کبھی ہم اپنے نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہیں اور اپنے قصبہ کی عام تعلیمی معیار کی طرف توجہ منعطف کرانیکی کوشش کرتے ہیں۔ وطن کی خبروں کے زیر عنوان قصبہ کی خبریں ہمارے دُور اُفتادہ بھائیوں تک پہنچ جاتی ہیں بس یہی ہمارے پرچہ کی کائنات ہے اور اسکے یہی خد و خال۔ لیکن پھر بھی ہم اتنا عرض کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ یہی قصبہ کی بے وقعت خبریں اور ابنائے برادری کی روزمرہ زندگی کے تذکرے ہمارے صفحوں کے نقش و نگار رہیں۔ اور سب سے زیادہ یہ کہ ہر چار دہ روز کے بعد انہیں اوراق کی بدولت ہیں اپنے قصبہ کی اجتماعی و معاشرتی زندگی کا ایک صاف عکس نظر آجاتا ہے اور اس معلومات سے جو نتائج مرتب ہوتے ہیں ان کی اہمیت ہر صاحب نظر پر روشن ہے۔ سال گذشتہ پر تفصیلی یا اجمالی نظر ڈالنا بھی ایڈیٹر کے منجملہ دیگر فرائض کے ایک فریضہ عظیم سمجھا جاتا ہے چنانچہ اگر ہم بھی اس موقع پر چند کلمات اپنی ذاتیات کے علاوہ سپرد قلم کریں تو چنداں غیر مناسب نہوگا۔

ہماری نظر میں ۱۹۳۷ء نے بھی ۱۹۳۶ء کی طرح انسانی تاریخ میں کئی ابواب کا اضافہ کیا ہے مگر افسوس ہے کہ ان موضوعات کا تعلق تہذیب انسانی کے اس تاریک پہلو سے ہے جس میں انسانیت خود سربگریباں نظر آتی ہے۔ حبشہ کا دلدوز واقعہ ہنوز دلوں میں تازہ ہی تھا کہ ظلم و ستم سخت گیری کی ایک زندہ مثال جاپان نے پیش کر دی۔ اب اسوقت جاپانیوں کے تمام آلات حرب ننگوں لیے بانکوں اور باعظمت حکمراں کی سلطنت کی تاریخ اور تمدن کو فنا کر دینا چاہتے ہیں اس کشت و خون کی گرم بازاری میں امریکہ کا جہاز بھی غرق آب کر دیا جاتا ہے اور وہی ملک جسے اسکے اعلیٰ معیار ثروت کے خیال سے ڈالر کے ملک سے تعبیر کرتے ہیں بالکل خاموش جاپان کی چیرہ دستیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور زبان بھی نہیں ہلا سکتا۔

دوسری طرف تقسیم فلسطین کا قضیہ درپیش ہے جسکی وجہ سے تمام اسلامی دنیا زیر و زبر ہو رہی ہے۔ چونکہ اس کی اہمیت سلم کی جولانیوں کیلئے ایک وسیع میدان کی ضرورت ہے اسلیے اس مسئلہ پر ہم فقط اتنا ہی کہدینا کافی سمجھتے ہیں کہ:-

"خاموشی از بیان تو حدِ بیان ماست"

[illegible]

مشرقی اور مغربی تہذیب کا مقابلہ

بہنوں کی مراسلت

بہن۔ آداب!

یہ تم کیا لکھ دیا کرتی ہو، نہ کچھ سوچتی ہو نہ سمجھتی ہو، تم انگریزی پڑھ گئیں اور ڈگری حاصل کر لی تو کیا اسکا مطلب میں یہ سمجھ لوں کہ تم مغربی انگریزن بن گئیں۔ حاشا تمہارے متعلق میں یہ خیال نہیں کر سکتی۔ ہاں اتنا افسوس ضرور ہوتا ہے کہ کاش تم نے مغربی تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنے آباو اجداد کے علوم کا بھی مطالعہ کیا ہوتا۔ اپنی گھریلو تہذیب اور تمدن پر بھی ایک نظر کی ہوتی یہ کیا کہ انگریزی پڑھ لینے کے بعد اپنے گھر کی ہر چیز تمہیں بری معلوم ہونے لگی۔ ہم تو جب مہذب تھے جب تمہارے فرنگی استاد جاہل کہلاتے تھے۔ کیا غضب ہے ہم سے تہذیب سیکھی اور ہم ہی کو بُرا کہنے لگے معاف کرنا بہن! تم ہی جیسے مقلدوں نے اپنی تہذیب کا بُرا نمونہ اُن کے سامنے پیش کیا ورنہ ہماری ہر چیز انکی نظر خیرہ کئے بغیر نہ رہتی تھی، تم دو دن میرے یہاں مہمان رہکر گئیں اور میرے اصول خانہ داری اور ہمارے طرز معاشرت پر اپنی انگریزانہ نقطۂ نگاہ سے ہزاروں اعتراض جھاڑ دیئے۔ بہن تم نے ہماری اندرونی زندگی کو (بسبب اس کے کہ مغربی تہذیب ہر چیز کو سطحی نظر سے دیکھنا سکھاتی ہے) تم نے بھی سرسری نظر سے دیکھا۔ تم نے یہ نہ دیکھا کہ ہم کس سکون اور مسرت سے زندگی کا ہر لمحہ گزارتے ہیں تم نے یہ تو دیکھا کہ میں اپنے شوہر کے دفتر سے آنے کی منتظر رہتی ہوں ان کی ہر آسائش کا خیال میرے لئے نہایت ضروری ہے میری شام جملہ تفریحات سے معرّا انہی کے آرام کے خیال میں، کبھی ان کی ڈبیہ میں پان لگانے کبھی ان کے کپڑے درست کرنے کبھی ان کے کھانے کا انتظام کرنے، غرض ان ہی کی دیکھ بھال میں گزرتی ہے۔ لیکن تم نے اس پر غور نہیں کیا کہ ان کی عزیز زندگی کا ہر لمحہ میری اور بچوں کے آرام و آسائش کے خیال میں گزرتا ہے۔ دنیا کی کیا کیا آفتیں محض ہمیں خوش رکھنے کے لئے وہ اپنے سر لیتے ہیں۔ تمہارا خیال ہے کہ یہ سب کچھ میں اس وجہ سے کرتی ہوں کہ میں مجبور ہوں، بہن تم نے انسانی اور خصوصاً عورت کی فطرت کا مطالعہ عورت ہو کر بھی نہیں کیا۔ کیا تم اس قدر ایثار سے بخوشی کسی ایسے شخص کے لئے جس کی کوئی جگہ تمہارے دل میں نہ ہو کام لے سکتی ہو۔ عورت ہرگز نہیں کر سکتی۔ اور کیا اسکی طرح جسکی زندگی صرف تمہارے لئے وقف ہو، تم بے اعتنائی برت سکتی ہو۔ ایک مشرقی عورت ایسا نہیں کر سکتی۔ مشرق کی دیوی اپنے بچے پجاری کے سامنے خود سرنگوں رہتی ہے ہاں مغرب روحانیت سے اب کوسوں دور ہے۔ وہاں محبت روپیہ سے خریدی جاتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ خریدی ہوئی محبت میں کس درجہ ایثار ہو سکتا ہے جہاں محبت بکتی ہو وہاں تاجر اس جنس کو یقینی انتہائی داموں پر فروخت کرنیکے متمنی رہتے ہیں، جس نے زائد سے زائد دام لگائے اسے محبت حاصل ہو گئی، ہمارے یہاں یہی حال کسبیوں کا ہے۔ کیا وہ کہہ سکتی ہیں کہ فلاں سے انھیں محبت ہے، اور کیا وہ وقت جو خریدار کے ساتھ ان کا گذرتا ہے وہ سکون سے گذرتا ہے۔ جب سکون ہی نہیں تو ایثار اور قربانی کا کیا سوال۔ خریدار کے نزدیک بیسیوں ہے ایک چیز خرید کر استعمال میں لائی گئی کوئی اور اچھی چیز نظر آئی لے آئے، مگر ہمارے یہاں یہ جنس بکتی نہیں، ایک متبرک فریضہ سمجھکر دو زندگیاں وابستہ ہوتی ہیں جس کی بنیاد محبت پر قائم ہوتی ہے، مغرب میں یہ خیال نہیں، اسلئے وہاں کی تعلیم بھی تمہیں یہ باتیں نہ بتا سکی۔

تم نے لکھا ہے کہ تم قید میں ہو۔ کاش تم نے میرے قفس کو غور سے دیکھا ہوتا جس پر چمن کی ہزاروں بہاریں نثار جس کا قیدی آزادیٔ چمن کو اپنے لئے ایک مصیبت سمجھتا ہے۔ شاعروں نے بلبل کو قفس میں بند کیا ہے مگر یہاں تم دیکھتیں کہ گل قید ہے شاید تمہارے دماغ میں مغربی تعلیم نے یہ فلسفہ بھر دیا ہو کہ خوبصورتی وہ عطیۂ قدرت ہے جس کو منظر عام پر دعوت نظر دینا چاہیے لیکن میرا فلسفہ یہ نہیں، میرے نزدیک پھول کی ایک وہی شخص جو اُسے اپنی ملکیت سمجھے زیادہ قدر کر سکتا ہے۔ لیکن وہ شخص اگر اسکو دنیا سمجھیں تو رقابت پھول کی وقعت نظر سے کم کر کے رقیب کا خیال مقدم کر دیگی ۔ ٭٭

٭٭ وہ قید نہیں جو تم سمجھ رہی ہو۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں عورت اپنے اہم ترین فرض کو ادا کرتی ہے اور دنیا میں ایسے فرزندوں کا اضافہ

لکھنؤ کا محرّم

(یہ تقریر آل انڈیا ریڈیو دہلی ریڈیو کمپنی سے ۱۱ دسمبر ۴۳ء کو
کے سی ایم بشیر احمد علوی، ناظر، بی۔ اے (علیگ)
کاکوروی نے نشر کی۔ اسکا حق تالیف کمپنی مذکور کے پاس ہے)
(اڈیٹر)

محرم اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے اور حق و باطل کی اس جنگ کی یادگار ہے جس میں مسلمانوں کے محترم نبی کا پیارا نواسہ دس محرم ۶۱ھ کو دریائے فرات کے کنارے اپنے بہتر ساتھیوں کے ساتھ جن میں ایک ۶ ماہ کا دودھ پیتا بچہ بھی تھا بادشاہ وقت کی بیعت نہ کرنیکے جرم میں شہید کر دیا گیا تھا۔ نوابین اودھ کے دور میں لکھنؤ عزاداری کا بڑا مرکز بن گیا شاہ نجف سبطین آباد حسین آباد مبارک آصف الدولہ کا امام باڑہ اور دیگر خیراتی اوقاف میں شاہان اودھ نے عزاداری کے مراسم کو بھی شرائط اوقاف میں شامل کر دیا۔ محمد علی شاہ نے حسین آباد کا امام باڑہ بنوایا اور امجد علیشاہ کے دور میں ایک غیر مسلم جگناتھ اگروال دائرہ اسلام میں داخل ہو کر نواب شرف الدولہ غلام رضا خان بہادر کے خطاب سے سرفراز ہوا اس نے منصور نگر میں امام موسےٰ کاظم کے مقبرہ کی شبیہ طیار کرائی جو کاظمین کے نام سے آج بھی مشہور ہے شہنشاہ نصیر الدین حیدر کے عہد سے پہلے مجلس عزاداری دربار اودھ میں محض تبرکاً و تیمناً یکم محرم سے ۱۰ صفر تک ہوتی تھی لیکن نصیر الدین حیدر نے منت مانی کہ اگر تخت ملا تو ۲۱ رمضان سے ۸ ربیع الاول تک عزاداری کا اعلان کیا جائے گا۔ دعا پوری ہوئی نصیر الدین حیدر تخت نشین ہوئے اور منت کو پورا کیا اسی وقت سے دربار اودھ میں باقاعدہ عزاداری کا رواج ہو گیا اور اس حد تک اس میں غلو ہوا کہ شہنشاہ شاہ عالم کے صاحبزادہ و مرشد زادہ آفاق مرزا سلیمان شکوہ ۱۲۰۰ ہجری میں بیت السلام دلی سے ہجرت کر کے لکھنؤ پہونچے تو شاہی عقائد کو قبول کر لیا اور اپنی شاہزادی کی شادی شاہ اودھ سے کر دی۔

خاتم السلاطین واجد علیشاہ اختر کے دور میں عزاداری میں غیر معمولی ترقی ہوئی شاہی عزاخانہ ترتیب دیا گیا ۱۲ اماموں اور ۱۴ معصومین کی رعایت سے اچھوتیاں مقرر کی گئیں اور ہزار ہا گانے والیاں شاہی عزاخانہ میں مصائب اہلبیت سناتی تھیں روتی تھیں اور رولاتی تھیں اور ثواب دارین حاصل کرتی تھیں۔

خاتم السلاطین محرم میں فقیر بنتے تھے سبز کپڑے پہننے لگے ہیں سبز جھولی ڈالے جیجی تاریخ کو تھوڑی دیر کیلئے سدے ہاتھ میں لیکر اور طلائی زنجیر کمر میں ڈالکر سےماتوں کو مہندی بٹوی دھوم سے اٹھتی اور شاہ اودھ بہ نفس نفیس اسکی مشایعت کرتے اٹھویں کو حضرت سقائے حرم کی یاد میں لال کھاروے کی لنگی باندھکر بہشتی بنتے اور شربت کی بھری ہوئی مشک کاندھے پر رکھ معصوموں اور اچھوتیوں کو شربت پلاتے دسویں تاریخ کو جامع آصفی میں عاشورہ کی نماز پڑھکر ظہر کے وقت حاضری کے دسترخوان پر نیاز دیتے۔ دسترخوان پر شیرمالیں چنی جاتی اور شیرمالوں پر کباب پودینہ ادرک اور مولی کتر کے رکھی جاتی تھیں اور نجف اشرف قدم رسول امام باڑہ آصفی کے آثار کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے سادات کو پہننے کے کپڑے اور زر نقد اور فقرا و مساکین کو نیاز کا کھانا مرحمت ہوتا۔

عزاداری لکھنؤ میں خلیفہ چہارم کی شہادت کی تاریخ ۲۱ رمضان سے شروع ہوتی ہے تابوت گھر گھر نکلتے ہیں مجلسیں ہوتی ہیں نذریں دیجاتی ہیں منتیں مانی جاتی ہیں مرادیں حاصل کیجاتی ہیں محرم کا چاند ہوتے ہی سہاگنوں کا زیور اتارا جاتا ہے چوڑیاں ٹھنڈی کیجاتی ہیں سیاہ ماتمی لباس پہنا جاتا ہے پان چھوڑے جاتے ہیں مصافحہ کا رواج ہوتا ہے چارپائیوں پر لیٹنا ترک کیا جاتا ہے علم اٹھائے جاتے ہیں شب بیداریاں ہوتی ہیں ذاکرین اپنے تصنیف سلام اور مرثیہ سنا کر غم حسین میں روتے ہیں رلاتے ہیں اور ثواب دارین حاصل کرتے ہیں ہر گلی کوچہ میں حیدر اور حسین کے نعرے بلند ہوتے ہیں ماتمی طبلوں اور شہنائیوں سے باضابطہ عزاداری کا اعلان ہوتا ہے۔

لکھنؤ نے محرم سے بھی ایک معاشی فائدہ اٹھایا شربت اور چائے کے مختلف نسخے تصنیف کئے گئے زنگار رنگ کی مٹھائیاں بنائی گئی مسلمان حلوائیوں کی دوکانوں میں اضافہ ہوا تعزیہ داری میں جدتیں ہوئیں رنگ برنگ کے تعزیے ۵ انچ سے لیکر ۵ گز تک بنائے گئے

تعزیہ محض کاغذ ہی کا نہیں بنا بلکہ اس میں بھی نت نئی جدتیں ہوئیں ابرک شیشہ تازہ اگا ہوا جو۔ انڈہ۔ سنگ مرمر۔ مٹی لکڑی۔ شکر۔ برف نمک۔ روئی۔ خس۔ اور گھاس غرضیکہ مختلف قسم کے نمونے لکھنؤ کے بہترین کاریگروں نے پیش کئے اور اس میں وہ جدتیں دکھائیں کہ ہندوستان کی عام صنعت وحرفت پر فوقیت حاصل کر لی کیوں نہ ہو رنگیں طبع زندہ دلان لکھنؤ نے کربلا کی غمناک یادگار کو بھی ایک نہایت دلچسپ صنعتی اور حرفتی مشغلہ بنا دیا۔

۲۰ ذی الحجہ سے راجہ بازار میں محرم کے ساز و سامان کی خرید و فروخت شروع ہوتی ہے سب سے زیادہ قیمتی اعلےٰ درجہ کے تعزیے جو لکھنؤ کی صنعت اور کاریگری کی بہترین نمونے ہوتے ہیں یہیں بکتے ہیں یکم محرم کو پانچ بجے شام کو آصفی امام باڑہ سے شاہی موی ضریح اٹھتی ہے اسکا جلوس کراؤن روڈ سے ہوتا ہوا حسین آباد کے امام باڑہ پر ختم ہوتا ہے اس کے ساتھ بینڈ باجے جھنڈیاں علم ہاتھی اور اونٹ ہوتے ہیں جلوس کے ساتھ نوحہ خوانی ہوتی ہے مرثیے پڑھے جاتے ہیں اور ٹھیک سات بجے شام کو ضریح امام باڑہ حسین آباد میں پہونچ جاتی ہے۔

ساتویں محرم کو حضرت قاسم کے نام سے دو تاریخی مہندیوں کے جلوس نکالے جاتے ہیں پہلا نخاس سے نکلتا ہے اور میر واجد علی داروغہ کے امام باڑہ جاتا ہے دوسرا جلوس آصفی امام باڑہ سے چلکر حسین آباد میں ختم ہوجاتا ہے پہلے جلوس کا تعلق وقف سلطان محل سے ہے اس جلوس میں ہاتھی گھوڑے اونٹ بینڈ۔ نقرئی اور طلائی زرنگار علم کے علاوہ کافی ساز و سامان ہوتا ہے شاہی مہندی کے جلوس کا انتظام حسین آباد کے وقف سے ہوتا ہے یہ جلوس ٹھیک دس بجے امام باڑہ آصفی سے پورے تزک احتشام کے ساتھ نکلتا ہے اس جلوس میں تابوت کے ساتھ لکھنؤ کے مشاہیر سوزخوان سوگوارانہ انداز میں فضا کو غمناک بناتے ہیں ۸ محرم کو امام باڑہ آصفی امام باڑہ حسین آباد مبارک اور شاہ نجف میں حکامان ضلع اور گورنمنٹ کے معزز عہدہ دار روشنی کا منظر دیکھتے ہیں حسین آباد میں روشنی کا منظر ایسا دلفریب ہوتا ہے کہ دوسری جگہ اس کی نظیر مشکل ہی سے میسر آسکتی ہے ہزاروں

گلاس رنگ برنگ کی روشنی کے قرینے سے لگائے جاتے ہیں جس سے وسط امام باڑہ میں خوبصورت نہر کے اندر شفاف پانی پر ان گلاسوں کی روشنی کا عکس اور بھی دلفریبی پیدا کر دیتا ہے امام باڑہ کے اندر ضریح اور شیشہ آلات کے سامان کے ساتھ نقرئی طلائی علم اور پھریرے شاہی عظمت پارینہ کو نمایاں کرتے رہتے ہیں۔ (باقی آئندہ)

بقیہ مضمون صـ۳

ریاست حیدرآباد کی خبریں

(ترقی) (۱) میر ثابت علی عباسی بی اے ایل ایل بی منصف مجسٹریٹ دیگلور کے قائم مقام زائد ناظم ہوکر عثمان آباد جانیکی اطلاع ملی ہے باری تعالیٰ مبارک فرمائے اور جلد مستقل منصفی کی خبر سنی جائے۔

(۲) بابو رام نرائن لال ممبر نائب تحصیلدار دیگلور زمین داہ کیلئے قائم مقام تحصیلدار ہوکر تعلقہ بھوکر ضلع اورنگ آباد گئے ہیں خداوند کریم مبارک فرمائے اور مستقلی کی اطلاع جلد آئے۔

(تبادلے) (۱) شیخ نصیر الدین احمد عثمانی مدرس دیگلور سے آشٹی ضلع بیر گئے (۲) مولوی نسیم الدین علوی داروغہ آبکاری عثمان آباد سے تلنگ ضلع عثمان گئے (۳) مولوی سخاوت اللہ فرنگی محلی اور میر خورشید حکیم محب علی علوی خوراک تنخواہ تعلیم دیگلور سے ہلولی ضلع ناندیر تبدیل ہوئے۔

(علالت) (۱) منشی اعجاز حسین علوی اعجاز سب رجسٹرار کنڑ کی علالت کا سلسلہ ہنوز جاری ہے بخار بھی وقفہ وقفہ سے آتا ہے بغل میں گلٹی تھی وہ پک گئی اور ریم خارج ہونے لگا تھا ضعیف بہت ہوگئے ہیں۔ اورنگ آباد کے مصری ڈاکٹر کا علاج ہے ہم اعجاز حسین صاحب کی بحالی صحت کیلئے دست بدعا ہیں

(۲) منشی تقی حیدر علوی انوری کو بواسیر کی عرصہ سے تکلیف تھی ہی جسنے انکو بہت ضعیف کردیا۔ بخار بھی آگیا تھا جبھی سکون ہوا تو داڑھ میں آماس ہوکر درد پیدا ہوگیا تھا اب بفضلہ خفت ہے اللہ تعالیٰ انکو صحت کلی عطا فرمائے۔

(۳) صادق علی عباسی کو خارش کی شکایت ہوگئی تھی آنکھ میں ناخونہ ہوگیا ہے آپریشن کا ارادہ تھا خداوند کریم ڈاکٹر کو خوش نصیب بنائے

(متفرقات) (۱) یہ سنکر بڑی خوشی ہوئی کہ منشی حسن احمد مینائی نبیرہ مولوی سعید الرحمان مرحوم کا انتخاب کل فرسٹ ہوا ہے۔ امتحان عثانیہ میٹرک جو ۲۰ دسمبر ۱۹۳۰ء کو ہوا ہوگا ہم بارگاہ رب العزت میں کامیابی کیلئے دعا کرتے ہیں

(۲) مولوی نظام الدین حیدر ڈاکٹر شفقت زراعت زرعی کمیٹی میں شرکت کیلئے بجانب دارالسلطنت ۲ دسمبر کو لاہور گئے تھے ۱۵ دسمبر تک واپس متوقع ہیں

وہ

گذشتہ سے پیوستہ

اور اپنے پاس کسی ہمدرد کو نہ پا کر میری پریشانی میں اور بھی اضافہ ہوا ایسا کہ میں نے تالاب کے کنارے پتھر کی سیڑھیوں پر بیٹھکر اپنی بیکسی پر آنسو بہانا شروع کر دیئے۔

مجھے اس حال میں دیکھکر آئندہ روند کی توجہ کا میری جانب مبذول ہونا لازمی تھا اور ایک خاتون جیسا کہ اسکی آواز سے مجھے اندازہ ہوتا ہے۔ میرے نزدیک آکر ٹھہری اور ایک غیر رسمی سوال مجھ سے کر بیٹھی "اس نے سوال کیا "تم کس فکر میں بیٹھے ہو"

میں نے بغیر اوپر دیکھے ہوئے جواب دیا "خودکشی کی فکر میں ہوں"

اُس نے صراحت کے ساتھ جواب دیا "بہت اچھا خیال ہے میں ہرگز تمہارے اس کام میں مزاحم نہوں گی۔

وہ چلنے کے لئے تیار ہوئی تھی کہ میں چونک پڑا اور اسکو دیکھنے لگا، مجھے خیال ہوا کہ یہ ہر خاتون کا کام نہیں ہو سکتا کہ مجھ اس قسم کا سوال کر بیٹھے یقیناً یہ وہی لڑکی تھی جس کی تلاش میں آج کئی روز سے میں نے زمین و آسمان ایک کر ڈالے ہیں۔

"کملا، کیا تمہیں ہو؟

"ہاں، میں ہی ہوں لیکن ہم کو تمہاری خودکشی کے متعلق گفتگو کرنا ہے"

میں نے جواب دیا "نہیں میں نے اپنا خیال بدل دیا"

اس نے جواب میں کہا "شکریہ"

میں نے اُمید کی جھلک دیکھتے ہوئے کہا "میری محترمہ خاتون کیا تم اندازہ کر سکتی ہو کہ میں کس مصیبت میں مبتلا ہو گیا ہوں؟ غنیمت ہے کہ تم مل گئیں ورنہ خدا معلوم میرا کیا انجام ہوتا اور اس سے میں نے اپنی گت بیان کرنا شروع کی"

"لیکن سب سے بڑھکر تو وہ تھا کہ اسٹیشن پر میں ایک معزز خوش رو انسان سے ملا اور اس نے میری کوئی امداد نہ کی"

میں نے قصہ کو ختم کرتے ہوئے کہا "میں اسکو ایک کمینہ سمجھتا ہوں اگر اب اُس سے مجھے ملاقات ہو تو میں اُس سے یہی کہہ بھی دونگا خیال تو کرو کہ اس نے مجھے ایک پیشہ ور دغا باز تصور کر لیا"

اُس نے ہنستے ہوئے کہا "اور تم ایسے ہی معلوم بھی تو ہوتے ہو، آؤ یہاں میں اپنے شوہر سے تم کو ملاؤں، وہ تمہارا قصہ سنکر بہت خوش ہوگا۔

"آئیں کیا تمہاری شادی بھی ہو چکی ہے!"

اُس نے ایک لڑکے کی سمت جو اس کیطرف آرہا تھا اشارہ کرتے ہوئے کہا "ہاں، بلکہ اور کچھ اضافہ بھی"

بغیر سوچے سمجھے میں بول اٹھا "بہرحال تم اسقدر بُری تو نہیں ہو جیسا کہ میں خیال کرتا تھا"

وہ مجھے ایک خوش حال معزز کے پاس لے گئی جو کہ ہم سے چند گز کے فاصلہ پر کھڑا تھا جس کے سامنے ایک فقیر سے زیادہ میری حیثیت نہ تھی"

مجھے اپنے شوہر سے تعارف کراتے ہوئے وہ بولی "یہ 'مسٹر سید' ہیں میرے ساتھ کالج میں تھے ایک قابل قدر دوست ہیں اور یہ مسٹر ... میرے شوہر ہیں"

اس کے شوہر نے جواب دیا "اس تعارف کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ میں 'مسٹر سید' سے دو دن اُدھر اسٹیشن پر مل چکا ہوں اُس نے میری طرف دیکھکر مسکراتے ہوئے اضافہ کیا اور انہوں نے ایک دو باتیں تمہارے متعلق بھی کہی تھیں"

"کملا نے برجستہ جواب دیا "ہاں، انہوں نے دو ایک باتیں مجھ سے بھی تمہارے متعلق کہی ہیں" جس سے یہ پتہ چلتا تھا کہ حاضر جواب لوگوں کے لئے شادی بھی کیا عمدہ چیز ہے۔

(بقیہ صفحہ ۲) ... دیکھ دوسری کی اچھی بُری بات سن سکتے ہیں۔ ہم آخر میں پھلواری کا طرف نیز جمیع برادران وطن کو سال نو کی مبارکباد پیش کرتے ہیں اور تمنی ہیں کہ بہت جلد ہمارا قصبہ موجودہ دور انحطاط سے گذر کر کامرانی اور عزت کی بلندی پر پہنچ جائے

- والسلام -

وطن کی خبریں

نوٹ:- اعزہ، احباب، اور سب اہل وطن سے جو باہر ہیں خواہ وطن میں گزارش ہے کہ اپنے یہاں کی قابل اندراج خبریں اور اطلاعات دفتر میں روانہ کرکے مشکور کرتے رہیں۔ اڈیٹر

موسم:- آج کل سردی اپنے پورے شباب پر ہے۔ کئی دن تک مسلسل پالہ بھی گرا۔ ابتدائی حصہ دن اور بعد غروب آفتاب رات تک نحیف الجثہ اور کمزوروں کیلئے سردی کافی تکلیف ہوتی ہے۔ کسی کسی دن فضا میں ابر بھی نظر آجاتا ہے اور ہوا تیز چلنے سے سردی اور بھی بڑھ جاتی ہے

آب و ہوا: بفضلہ تعالےٰ کسی خاص مرض کی شکایت نہیں سنی گئی زیادتی سردی کے باعث البتہ لوگوں کو تکلیف ہے بچوں کو بچوں کے کچھ چیچک نکلنے کا حال معلوم ہوا ہے۔ اللہ تعالےٰ بچوں کو محفوظ و مامون رکھے

تقاریب عقد: (۱) منشی غلام حسنین حیدری خلف منشی محمد خلیل صاحب (کرٹمی) کا عقد نکاح منشی باقر الدین حسن صاحب ساکن قصبہ نیوتنی کی صاحبزادی سے بمقام لکھنؤ ۱۹ دسمبر ۳۸ء مطابق پندرہ ۱۵ شوال المکرم ۵۷ھ کو بعد مغرب ہوا اور رات کو دلہن بٹ کرہ منزل (بنگٹ نرائن روڈ) میں بیاہ کر آئی۔ دوسرے دن منشی محمد خلیل صاحب نے بڑے پیمانہ پر دعوت ولیمہ کی جس میں کاکوری وغیرہ کے اعزہ و احباب نے شرکت کی تھی۔ ہم غلام حسنین کے والد اور سب اعزہ کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

(۲) منشی قمر الحسن خلف خانصاحب منشی شفیق الحسن مرحوم کا عقد نکاح ۲۰ دسمبر ۳۸ء کو بمقام گورکھپور بدختر جسٹس محمد اسمٰعیل صاحب جج ہائیکورٹ الہ آباد ہوا۔ بارات ۲ روز کے بعد مع عروس واپس آئی۔ اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے

(۳) ۱۵ دسمبر ۳۸ء کو ماسٹر اظہار الحسن صاحب (ساگر تالاب) کی دختر کا عقد نکاح منشی عتیق احمد انصاری خلف منشی لیاقت علیصاحب انصاری ساکن محمود آباد، ضلع بارہ بنکی سے ہوا۔ خداوند کریم مبارک فرمائے

(۴) مولوی یقین الدین خلف مولوی احسان الدین خاں مرحوم (مولوی محلہ - لال الی) کا عقد نکاح بادختر مولوی نظم الدین حیدر بی اے، ایل، ایل۔ بی، وکیل ۲۲ شوال المکرم ۵۷ھ مطابق ۱۵ دسمبر ۳۸ء بروز پنجشنبہ ۱۱ بجے دن کو ہوا۔ اور ۲ بجے شب کو رخصتی عروس عمل میں آئی۔

بعد نکاح مولوی نظم الدین حیدر صاحب کیجانب سے، اعزہ، احباب اور باراتیوں کی پرتکلف دعوت ہوئی۔ اور دوسرے دن بروز دوشنبہ یقین الدین کے یہاں دعوت ولیمہ ہوئی جس میں اعزہ اور احباب مدعو تھے۔ اسی تقریب کے سلسلہ میں ۲۹ دسمبر کو فاتحہ سہ منی بھی بڑے پیمانہ پر کیا گیا۔۔۔۔

جلسۂ عام: مسلم لیگ، کاکوری کے زیر اہتمام، ۳۰ دسمبر ۳۸ء کو ایک جلسہ قاضی ولی حیدر خانصاحب کے بنگلہ پر زیر صدارت لحاج مولوی امیر احمد علوی صاحب بی۔ اے، ریٹائرڈ، ڈپٹی کلکٹر منعقد ہوا۔ باوجود تنگی وقت اور ناکافی اعلان کے مجمع دو ڈہائی سو اشخاص پر مشتمل تھا علاوہ قصبہ کے قرب و جوار سے بھی لوگ شرکت جلسہ کے لئے آئے تھے لکھنؤ سے مولانا مفتی عنایت اللہ صاحب، حاجی مولانا اکرم علیصاحب سید حسن ریاض صاحب اور ڈاکٹر اطہر علیصاحب ثاقب آنی، مولوی عبدالرؤف صاحب عباسی (قاضی گرہی) اڈیٹر، روزنامہ حق، لکھنؤ کے ہمراہ تشریف لائے۔ جلسہ کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اس کے بعد حضرت ثاقب آنی (لکھنوی) نے اپنی ایک نظم کے چند اشعار سے حاضرین کے دلوں کو برما دیا۔ بعدہ عبدالرؤف عباسی، حاجی مولانا اکرام علی مولانا مفتی عنایت اللہ، سید حسن ریاض، اور ڈاکٹر ثاقب آنی صاحبان نے اپنی بصیرت افروز اور مدلل تقریروں سے حاضرین کو "مسلم لیگ" کے اغراض و مقاصد ذہن نشین کراتے ہوئے مسلمانوں کو لیگ کے جھنڈہ کے نیچے مجتمع ہونے اور تمام اختلافات کو رفع کرکے آپس میں اتفاق و یکجہتی کے ساتھ متحد ہوکر اسلام اور مسلم مفاد کی حفاظت کرنے کیلئے دامے۔ درمے سخنے عملی کوشش کرنے پر توجہ دلائی۔ اور بتایا کہ مسلمانوں کے لئے یہ زمانہ بہت نازک زمانہ ہے اسوقت ضرورت اسکی مقتضی ہے کہ مسلمان پورے طور پر منظم ہوکر اپنی قوت کو بڑہائیں اور زیادہ سے زیادہ تعداد میں "مسلم لیگ" میں شرکت کرنے سے مسلمانوں کی قوت بڑہ سکتی ہے اسوقت حکومت اور دوسری مخالف جماعتیں مسلمانوں کے حقوق کو پامال نکر سکیں گی۔ اور کانگریس کیطرف سے ہونیوالے اور مسلم سوز واقعات پر کافی روشنی ڈالی۔

مذکور الصدر حضرات کی تقریروں کا حاضرین پر اچھا اثر ہوا اور مسلم لیگ میں شریک ہوکر اسکے مجوزہ پروگرام پر عمل کرنیکا وعدہ کیا

آخر میں نصیر الدین حیدر اور منیف الدین احمد نو عمر بچوں نے مختصر لیکن ولولہ انگیز تقریریں کیں۔ جلسہ نے آنریبل مشیر حسین قدوائی کے انتقال پُر ملال پر تعزیتی رزولیوشن بھی پاس کیا۔ حضرت مانی کے تازہ اشعار سنانے کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔ اور حاضرین کو چاء پلائی گئی۔

صحت و سکون (۱) بیگم حبیب اللہ ابھی اسپتال میں ہیں سنا گیا ہے کہ ضعف ابھی کافی ہے زخم مندمل ہو چکا ہے بخار بفضلہ اب نہیں ہے۔

(۲) قاضی راشد علیخاں کے چھوٹے بچہ (ارشد علی سلمہ) اور بچی (ریحانہ سلمہا) کے خسرہ نکل آئی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ دونوں بچے بعافیت ہیں اور دانے مرجھا گئے ہیں۔ بچی کے اکثر دانوں میں مواد پڑ گیا تھا جسکی وجہ سے اسکو کئی دن تکلیف رہی اب وہ دانے بھی خشک ہو گئے ہیں۔

(۳) مولوی محمد احسن علوی، بی۔ اے (شیخ سعدی محلہ) اپنا دوسرا کورس ختم کرکے پٹنہ سے واپس آئے ریڈیم کے علاج سے بفضلہ تعالیٰ پہلے مرض میں خفت معلوم ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس طریقہ علاج سے انکو بالکل صحت و تندرستی فرمائے اور گلٹی جو باعث تکلیف ہے پورے طور پر مندمل ہو کر ختم ہو جائے۔

علالت اہلیہ میر احسان علی صاحب (ولی نگر) کے متعلق سنا گیا ہے کہ دفعتاً سخت علیل ہو گئی ہیں۔ ڈاکٹر معالج نے مرض استسقا کا مقدمہ تجویز کیا ہے اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور مریضہ کو جلد صحت کلی عطا فرما کر میر صاحب و دیگر اعزہ کو مطمئن فرمائے۔

متفرقات (۱) حسب اعلان سابق حضرت شاہ حیدر علی قلندرؒ کا فاتحہ ۲۴ دسمبر ۳۴ء کو بعد نماز مغرب فاتحہ خوانی ہوئی اور حسب معمول تبرک تقسیم ہوا تعطیل بڑے دن کی وجہ سے مجمع کافی تھا تقسیم تبرک کے بعد تمام حاضرین کو چاء پلائی گئی۔ بعد نماز عشاء قوالی کی محفل ہوئی جو خاصی کامیاب رہی۔ دوسرے دن صبح سے دوپہر تک کی مجلس سماع میں اہل ذوق حضرات کو خوب لطف آیا اور بہت محظوظ ہوئے۔

(۲) یہ سنکر خوشی ہوئی کہ ہمارے وطن کے ہونہار نوجوان مولوی رضا احمد الدین بی۔ اے، بی۔ ٹی (قاضی نگر ٹولی) جو تھوڑے عرصہ سے کالون تعلقداران انٹرمیڈیٹ کالج لکھنؤ میں اردو فارسی کے معلم کی حیثیت سے فائقانہ کر رہے ہیں۔ وہاں کی جیاگرافیکل سوسائٹی کے وائس پریسیڈنٹ منتخب ہو چکے۔ بعد انگریزی و سائنس کے طریقہ تعلیم میں مزید مہارت حاصل کرنے کے لئے ۱۷ تا ۲۲ دسمبر ۳۴ء گورنمنٹ ٹریننگ کالج لکھنؤ میں اپنے کالج کیطرف سے بھیجے گئے تھے۔ ۱۹۳۲ء و ۱۹۳۳ء میں اپنے زمانہ قیام علیگڈھ میں جب بی۔ ٹی کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ انگریزی طریقہ تعلیم میں خاص ٹریننگ حاصل کر بھی چکے تھے۔ ۱۹۳۳ء میں مسلم یونیورسٹی ٹریننگ کالج علیگڈھ میں انگریزی، اردو، تاریخ، جغرافیہ اور ریاضیات کے طریقہ تعلیم کے سپروائزر بھی رہ چکے ہیں۔ پروفیسر اے۔ بی۔ اے۔ حلیم پرو وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی نے عزیز مذکور کی ایجوکیشن ڈپارٹمنٹ میں علمی خدمت و لیاقت کی تصدیق کی ہے۔

۱۹۳۳ء میں مسلم یونیورسٹی ٹریننگ کالج علیگڈھ کی ایجوکیشن سوسائٹی کیلئے خاص مطالعہ و تحقیقات کے بعد مضمون "افلاطون کا طریقہ تعلیم" لکھا تھا اسکو الہ آباد یونیورسٹی کے پروفیسر انگلش لٹریچر مسٹر امر ناتھ جھا نے اپنی یونیورسٹی میگزین میں شائع کیا ہے۔ اور مضمون کی اہمیت و تحقیقات پر مسرور ہو کر ۱۹ دسمبر گذشتہ کو ایک اتفاقیہ موقع ملاقات پر زبانی اعتراف کیا ہے رضاء الدین احمد کا رجحان طبع سائنس اور انگریزی کے طریقہ تعلیم میں تحقیقات کرنے کیلئے ہر طرح موزوں معلوم ہوتا ہے فی الحال انکا ارادہ ریڈیم کے بارے میں تحقیقات کا ہے۔ باری تعالیٰ عزیز مذکور کے عزائم میں کامیابی عطا فرمائے اور ان کے لئے منفعت بخش ثابت ہو۔

(۳) معلوم ہوا ہے کہ منشی عبد الرحمن بی۔ اے (چودھری محلہ) انسپکٹر آبکاری کلکتہ سے تبدیل ہو کر ضلع لکھنؤ آ گئے ہیں۔

(۴) مولوی نذر علی علوی صاحب در سلسلہ تعطیلات عید الفطر بحصول رخصت تین یوم پوری ہوتے ہوئے اپنے اہل و عیال کو اور نگ آباد لیجانے کیلئے وطن آئے تھے۔

(۵) منشی تقی احمد ایم اے کے متعلق دریافت ہوا ہے کہ گونڈہ سے حسین آباد گورنمنٹ ہائی اسکول لکھنؤ میں تبدیل ہو کر آئے ہیں۔

بقیہ مضمون صفحہ … پر ملاحظہ ہو

(دی یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ میں باہتمام سید توسل حسین چھپوا کر دفتر کاکوری اخبار مولوی محلہ (لال ملی) سے سید محمد مشیر الدین نے شائع کیا)